تین طلاق کا شرعی حکم
علامہ یسین اختر مصباحی
رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور
(پاکستان)

تین طلاق کا شرعی حکم

علامہ یسین اختر مصباحی

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۰۵

نام کتاب : تین طلاق کا شرعی حکم
تصنیف : یٰسین اختر مصباحی
ناشر : رضا اکیڈمی
مطبع : احمد سجاد آرٹ پریس ہو سپٹل روڈ۔ لاہور
ہدیہ : دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے رضا اکیڈمی
اکاؤنٹ نمبر ۳۸/۹۳۸، حبیب بنک۔ وسن پورہ برانچ ٥ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ:
رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ۔ چاہ میراں، لاہور پاکستان
کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰، فون نمبر ۷۶۵۰۴۴۰

نکاح و طلاق

نکاح و طلاق انسانی معاشرہ کے اہم اجزاء ہیں۔ نسل انسانی کی بقا کے لئے نکاح کا صاف ستھرا طریقہ مقرر کر کے اسے جاری کیا گیا ہے۔ اور جائز حدود و قیود میں رہتے ہوئے تمتع و تلذذ کی ہر فرد کے لئے سہولت و رعایت باقی رکھی گئی ہے۔ ساتھ میں زوجین کے درمیان بعض حالات میں نا اتفاقی اور مسلسل تکلیف دہ اختلاف کی شکل میں طلاق جیسا نجات دہندہ اصول بھی مرتب فرما دیا گیا ہے تاکہ زوجین کی زندگی ایک عذاب اور سوہانِ روح بنکر نہ رہ جائے۔

ذیل میں چند قرآنی ہدایات درج کی جا رہی ہیں جنہیں پڑھ کر ان پر عمل کیا جائے تو بلاشبہ ہمارا معاشرہ باہمی الفت و محبت کا ایک بے مثال نمونہ بنکر دوسرے غیر اسلامی معاشروں کے لئے درسِ انسانیت اور مشعل راہ بن سکتا ہے۔

مسلم معاشرہ کے افراد کی کیا صفات اور ان کے لئے کیا انعام ہے اسے جاننے کیلئے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائیں

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا " (آیت ۳۵ سورۂ احزاب)

ترجمہ:- بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی

عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

نکاح

انسیت و محبت کے ساتھ مل جل کر زندگی گذارنے کے لئے نکاح کرنا اپنے اپنے حالات اور تقاضوں کے مطابق جائز بھی ہے، مستحب بھی ہے، اور واجب بھی۔ اسی طرح زوجین کے رزق میں وسعت و برکت کا باعث بھی ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آیت ۳۲ - سورۃ النور)

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کر دے گا اپنے فضل سے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ (ابن ماجہ)

نکاح میری سنت ہے جو اس سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے نوجوانو! تم میں جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ نگاہ کو (اجنبی عورت کی طرف اٹھنے سے) روکنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھے اسے چاہیئے کہ روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ شہوت کو موڑ دیتا ہے (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رشتۂ نکاح کے سوا کوئی دوسرا رشتہ دیکھنے میں نہیں آیا جو دو اجنبیوں کے درمیان اتنی گہری محبت پیدا کرے (ابن ماجہ)

سنتِ انبیاء و مرسلین

نکاح کرنا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے اور دیگر انبیاء و مرسلین کی بھی۔ انکی بیویاں بھی تھیں اور بچے بھی۔ اور یہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ پاکیزہ و خوشگوار معاشرتی زندگی گذارا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً - (آیت ۳۸ - سورۃ الرعد)

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ اور ان کے لئے بیویاں اور بچے کئے۔

تعددِ ازدواج

بعض حالات میں مرد کو ایک سے زیادہ بیوی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس کا پہلے کوئی متعینہ ضابطہ نہیں تھا۔ لوگ دس دس بیس بیس بیویاں رکھتے تھے۔ اسلام نے اس کی تعداد کم کر کے چار تک محدود کر دی، اور عدل کو لازم قرار دیا۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انھیں بھی وضاحت سے بتلا دیا۔ (دیکھئے سورۂ نساء آیت ۲۲ تا ۲۴)

بیک وقت دو یا تین یا چار بیویاں اپنی وسعت و استطاعت کے مطابق رکھنا جائز ہے۔ تعددِ ازدواج کے لئے عدل و انصاف ضروری ہے۔ ورنہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الخ (آیت ۳ سورۂ نساء)

جو عورتیں تمہیں پسند آئیں انھیں نکاح میں لاؤ۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ ان کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی کو نکاح میں رکھو۔

طبعی محبت میں تو عدل غیر اختیاری ہے۔ مگر حسن سلوک اور نان و نفقہ میں عدل اختیاری ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۔ (آیت ۱۲۹ سورہ نساء)

اور عورتوں میں عدل تم سے ہرگز نہ ہو پائے گا۔ تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے حقوق میں عدل و انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ گرگیا ہوگا۔ (ترمذی)

مرد کا رتبہ

مرد کو عورت پر بہت سی باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً نبوّت و خلافت و امامت و جہاد وغیرہ۔ اور بیوی کے نان و نفقہ و حفاظت و صیانت کا شوہر ہی ذمہ دار ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (آیت ۲۲۸ سورہ بقرہ) اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (آیت ۳۴ سورہ نساء)

مرد عورتوں کے متصرف نگراں ہیں۔

معیارِ انتخاب

نکاح کے لئے مرد و زن کے انتخاب کا معیار وہ ہونا چاہئے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔ محض حسن و جمال اور دولت و ثروت پر فریفتہ ہونا شانِ مومن کے خلاف ہے، دینداری، خاندانی شرافت، اخلاق و کردار، تعلیم و تربیت، خوبصورتی، صحت و تندرستی، معاشی خوشحالی اور سلیقہ مندی ہر ایک پر اسکی حیثیت و اہمیت کے لحاظ سے نظر ہونی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اس کی خاندانی شرافت کی وجہ سے، اسکی خوبصورتی کی وجہ سے، اسکی دینداری کی وجہ سے، تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو۔ تمہارا بھلا ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں سے انکی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح نہ کرو۔ ہوسکتا ہے انکی خوبصورتی انھیں تباہی میں ڈال دے۔ ان کے مال کی وجہ سے ان سے نکاح نہ کرو ہوسکتا ہے ان کا مال انھیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔ بلکہ دینداری کی بنیاد پر ان سے نکاح کرو۔ (منتقی)

صالح مرد و زن

صالح مومن و مومنہ کو اس دنیا میں بھی رزق حلال اور صبر و قناعت عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے بھی نوازا جائے گا اور اسکی دنیاوی زندگی برکت و خوشحالی کا نمونہ ہوگی۔ صالح اور نیک عورت خصوصیت کے ساتھ اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیتی ہے

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کامل ایمان والا مسلمان وہ شخص ہے۔ جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہوں۔ (ترمذی)

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہے۔ وہ عورت جنتی ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ساری دنیا متاع زندگی ہے۔ اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت ہے۔ (مسلم)

حضرت انس سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی، اس کے نصف دین پر اس نے مدد فرمائی۔ تو اسے چاہئے کہ نصف باقی میں اللہ سے ڈرے۔

(طبرانی و حاکم)

شوہر کا حق

بیوی اگر شوہر کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہے۔ اور اسکی خواہش کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے۔ اسکی پسند و ناپسند کا لحاظ رکھتی ہے۔ اس کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر اس کے خاندان و رشتہ داروں کے ساتھ اپنائیت سے پیش آتی ہے۔ اور اپنے حسنِ سلوک و حسن تدبیر سے سب کے دل میں اپنی محبت کا چراغ روشن کرلیتی ہے تو یہ اسکی دنیاوی زندگی کی کامیابی اور اخروی زندگی کے فلاح کی بہترین ضمانت ہے۔ شوہر کی دلجوئی و رضامندی اور اسکی خدمت و اطاعت ہر بیوی کا اوّلین فریضہ ہے۔

بیوی کی نظر میں شوہر کی عزت وعظمت کیا ہونی چاہیے اسے جاننے کے لئے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔ تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی)

کسی حال میں غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں۔ اس لئے شوہر کو سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ البتہ اسکی خدمت و اطاعت کا ضرور حکم دیا گیا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے۔ اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرے۔ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ تو وہ جنّت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون سی بیوی سب سے اچھی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب کہ وہ اسے دیکھے۔ اطاعت کرے جب وہ اسے حکم دے۔ اپنے بارے میں اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جو اس کے شوہر کو ناپسند ہو (نسائی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بستر کو نہ چھوڑے۔ اس کی قسم کو سچ کرے اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے۔ اور ایسے شخص کو مکان میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو۔ (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت پر سب آدمیوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اسکی ماں کا۔ (حاکم)

بیوی کا حق

بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کی بار بار تعلیم دی گئی۔ اور حدیث میں عورتوں کو نازک شیشہ کہا گیا ہے۔ نازک چیزوں کا تحفظ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے شوہروں کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ تم اپنی بیویوں کے حقوق کی رعایت کرو۔ انھیں سنبھال کر رکھو۔ انکے ناموس و عزت کی حفاظت اور انکے جملہ اخراجات و ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کی ذمہ داری شوہر پر عائد کردی گئی ہے۔

بیوی کے ساتھ اسکے خاندان و رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک ہونا چاہیے اور کسی طرح کا ظلم و زیادتی بیوی پر روا نہیں

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (آیت ۱۹ سورۂ بقرہ)

بیویوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی گذارو۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابۂ کرام کو خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ یہ تمہارے پاس امانت ہیں۔ اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی مومن شوہر اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اسکی ایک عادت ناپسند ہو تو دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔ (مسلم)

حکیم بن معاویہ قشیری نے اپنے باپ سے روایت کی۔ معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کسی شوہر کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟

آپ نے فرمایا، اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے اسے کھلائے۔ جب تو پہنے اسے پہنائے۔ اور اس کے چہرے پر نہ مارے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ تم میری یہ ہدایت قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر ویسی ہی رہنے دو گے تو ٹیڑھی باقی (اور صحیح) رہے گی۔ (بخاری و مسلم)

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ وہ تجھ سے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی طرح برت سکتا ہے۔ اور سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔ (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سب سے برا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کو ستائے۔ (طبرانی)

بیوی کا نفقہ

بیوی اور بچوں کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے، یہاں تک کہ بیوی اگر کسی وجہ سے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دے تو شوہر کو اس کا متبادل انتظام بچے کے دودھ اور اسکی خوراک کا کرنا ہوگا۔ اسی طرح بیوی اگر کوئی کام کر کے کچھ پیسے کما لیتی ہے تو وہ بھی اس کا اپنا ہی ہوگا۔ شوہر کا بیوی کی کمائی پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

بیوی حالتِ نکاح میں ہو یا زمانہ عدت میں ہو، دونوں حالتوں میں اس کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کے لئے انتظام کرنا شوہر کی شرعی ذمہ داری ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا۔ (۲۳۳ سورہ بقرہ)

جس شوہر کا بچہ ہے اس کے ذمہ حسب دستور عورتوں کے کھانے اور پہننے کا انتظام ہے۔ اور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ۔ (آیت ۶ سورہ طلاق)

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر۔ اور ان پر تنگی کر کے انھیں ضرر نہ دو۔

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ، لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (سورہ طلاق آیت ۷)

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اس قابل جتنا اسے اس نے دیا ہے۔

ناپسندیدہ بیوی

بیوی اگر کسی وجہ سے شوہر کو ناپسند ہو تو صبر کر کے اسکی اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے اسکے ذریعہ کسی خیر کی امید رکھنی چاہئے ممکن ہے اللہ اس کے ذریعہ صالح اولاد عطا فرمائے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (آیت ۱۹ سورہ النساء)

اور ان عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

اختلاف کے وقت صلح و مصالحت

شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اگر زیادتی یا بے رغبتی کے ساتھ پیش آئے تو بیوی کو چاہئے کہ صبر اور صلح و مصالحت کی راہ اختیار کرے۔ اسی میں اسکی بھلائی ہے۔

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (آیت ۱۲۸ سورہ النساء)

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔

بیوی اگر منہ زوری اور نافرمانی کرے تو اسکی تنبیہ وہدایت کے کئی تدریجی مراحل ہیں جنھیں سلیقہ اور حکمتِ عملی کے ساتھ برتا جائے تو بیشتر بیویوں کی اصلاح ممکن ہے۔ مراحلِ اصلاح یہ ہیں۔

(۱) پیار و محبت کے ساتھ سمجھایا جائے۔

(۲) خواب گاہ الگ کردی جائے۔

(۳) چہرہ چھوڑ کر دوسری جگہ ہلکے طور پر مسواک یا دوپٹہ جیسی کسی چیز سے مارا جائے۔

(۴) زوجین کے گھر والوں میں سے ایک ایک ثالث کے ذریعہ معاملہ رفع دفع کیا جائے۔

ان طریقوں پر مرحلہ وار عمل کیا جائے تو کوئی بھی پاکیزہ طبع شریف النفس بیوی راہِ راست پر آسکتی ہے۔ زیادتی اور ضرر دینے کی نیت سے ان میں سے کوئی کام نہ کیا جائے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ۔ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ کَبِیْرًا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا (۳۴-۳۵ سورۃ النساء)

اور جن بیویوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ۔ اور ان سے الگ سوؤ۔ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری بات ماننے لگیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلندی اور بڑائی والا ہے۔

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا شوہر والوں

کی طرف سے اور ایک فیصلہ کرنے والا بیوی والوں کی طرف سے بھیجو۔ یہ دونوں اگر صلح کرنا چاہیں تو اللہ ان میں میل محبت پیدا کردے گا۔ بیشک اللہ علم و خبر والا ہے۔

اختیارِ طلاق

نکاح کے لئے تو بالغ مرد و عورت کی رضامندی ضروری ہے مگر طلاق کے لئے دونوں کی رضامندی نہیں بلکہ صرف شوہر کا فیصلہ کافی ہے۔ اور اسے چاہئے کہ معقول اسباب کی بنیاد پر اپنے اختیارِ طلاق کا استعمال کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے ہوئے یہ قدم اٹھائے۔ اور اس حقیقت پر بار بار غور کرے کہ ابغض المباحات الی اللہ الطلاق (حدیث) جائز کاموں میں طلاق سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

شوہر کے لئے اختیارِ طلاق ان آیات سے ثابت ہے۔ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ (۲۳۷ بقرہ) شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَھَا (آیت ۲۳۰ بقرہ) تو اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے۔ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ (آیت الطلاق) تو ان بیویوں کو ان کی عدت کے وقت پر طلاق دو۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ (آیت ۲۳۱ بقرہ) اور جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ (آیت ۲۲۷ بقرہ) اور اگر ان (مردوں) لوگوں نے طلاق کا پکا ارادہ کرلیا۔

احادیث و آثارِ مبارکہ سے عملاً یہی ثابت ہے کہ طلاق دینے کا حق ہمیشہ صرف مردوں کو حاصل رہا ہے۔ کیونکہ اس پر صریح نصِ قرآنی موجود ہے۔

طلاقِ طہر

حالتِ حیض میں طلاق دینا گناہ، اور اس سے رجعت واجب ہے۔ طلاق صرف حالتِ طہر میں ایک ہی دینی چاہئے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ (آیت ۱ سورۃ طلاق)

اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انھیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

جوازِ رجعت

ایک طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر رجعت کی جاسکتی ہے فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (آیت ۲ سورۂ طلاق) توجب وہ اپنی عدت تک پہنچنے کو ہوں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا (آیت ۲۳۱ سورۂ بقرہ)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے لگے تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور انھیں ضرر دینے کے لئے نہ روکو کہ حد سے بڑھو۔

جس طرح عورت کو ضرر پہنچانے کے لئے رجعت کرنے کو منع کیا گیا ہے اسی طرح بہت سے ضرر اور مفاسد سے بچنے کے لئے رجعت کے وقت دو گواہ بنا لینے کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (آیت ۲ سورۂ طلاق) اور اپنے میں سے دو عادل گواہ بنالو۔

نفقۂ عدت

مطلقہ مدخولہ حائضہ کی عدت تین حیض اور مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ مطلقہ آئسہ کی عدت تین ماہ اور مطلقہ غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں (سورۂ بقرہ و سورۂ طلاق)

عدت کے اندر مطلقہ کا نان و نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اسکے لباس و رہائش و دیگر اخراجات اپنے معاشی حالات کے مطابق مناسب طریقہ سے ادا کرے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ (آیت ۲۴۱ سورۂ بقرہ) اور طلاق والیوں کے لئے مناسب طور پر نان و نفقہ ہے۔

مطلقہ حاملہ کو وضع حمل تک نان و نفقہ اور اسکی رہائش کا معقول انتظام شوہر پر واجب ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (آیت ۶ سورۂ طلاق)

طلاق والیوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو۔ اور ان پر تنگی کے ارادہ سے انھیں ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انھیں بچہ پیدا ہونے تک نان و نفقہ دو۔

ایک یا دو طلاق

طلاق دینی ضروری ہو تو ایک طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے اور زوجین کے درمیان حالات و معاملات کی درستگی کے آثار ہوں تو عدت کے اندر رجعت کرلی جائے۔ ورنہ عدت گذرنے کے بعد رشتۂ نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ جس کے بعد یہ سابقہ زوجین اگر دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو باہمی رضامندی سے کرسکتے ہیں۔ پھر اگر کسی موقعہ پر ان دونوں کے درمیان اسی طرح کی رنجش پیدا ہو اور دوسرے طلاق کی نوبت پیش آئے تو اسی طرح عدت کے اندر رجعت اور بعد انقضاء عدت نکاح کیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں طلاق رجعی کی ہیں۔ دوسری بار دی گئی طلاق کو بائن کہا جاتا ہے اور صرف دو بار طلاقِ رجعی دی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد نہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (آیت ۲۲۹ بقرہ)

یہ طلاق دو بار تک ہے اس کے بعد بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

تحلیل

تیسری بار طلاق دینے کے بعد نہ رجعت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی نکاح کیا جاسکتا ہے تاوقتیکہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح و صحبت نہ کرے اور وہ دوسرا شوہر کسی وجہ سے طلاق نہ دے یا مر نہ جائے جسکے بعد اب یہ سابقہ زوجین رضامند ہوں تو بعد انقضاء عدت اپنا نکاح کرسکتے ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (آیت ۲۳۰ سورہ بقرہ)

پھر اگر اسے تیسری طلاق دی تو وہ عورت اب اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح کرکے اس کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر نکاح کرکے آپس میں مل جائیں۔ اگر دونوں سمجھتے ہوں کہ اللہ کے حدود کو نباہیں گے۔

تفویض طلاق

نکاح کے وقت یا بعد میں کسی بھی وقت خود اپنی مرضی سے یا بیوی کی طلب پر شوہر اگر چاہے تو بیوی کو یہ اختیار دے سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، اس صورت میں بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ سے رائے مشورہ کے بعد ہی خود کو طلاق دینے کا قدم اٹھائے۔

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (آیت ۲۸ سورہ الاحزاب)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ تم اگر دنیا کی زندگی اور اسکی آسائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دیکر اچھی طرح چھوڑ دوں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے دنیوی سامان اور نفقہ میں زیادتی کا ایک بار مطالبہ کیا۔ آپ کی طبیعت پر یہ بات گراں گذری اور آپنے اپنی سبھی ازواج کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرکے بتائیں کہ انھیں اللہ و رسول و آخرت اور دنیاوی آرام و سہولت میں کیا چیز زیادہ پسند ہے۔ اور وہ جدائی چاہتی ہیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ کچھ سامان دیکر آزاد کر دیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کو آپنے مذکورہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو اور انکی جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپکے بارے میں مشورہ کیسا؟ میں اللہ و رسول اور آخرت کو پسند کرتی ہوں۔

باقی ازواج مطہرات کا بھی یہی ردِ عمل اور جواب تھا۔ اور ان سب نے آپ ہی کی خدمت میں زندگی گذارنے کو ترجیح دی۔

خلع

شوہر کو کچھ مال و اسباب دیکر بیوی اس سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (آیت ۲۲۹ سورہ بقرہ)

پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر گناہ نہیں کہ عورت بدلہ دے کر چھٹی لے لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے حاضرِ بارگاہِ رسالت ہو کر عرض کیا۔

یا رسول اللہ! ثابت بن قیس کے دین و اخلاق میں مجھے کلام نہیں مگر اسلام میں کفرانِ نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (کہ میں خوبصورت ہوں اور مجھے ان سے رغبت نہیں)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کا باغ (جو اس نے تجھے مہر میں دیا ہے) اسے واپس کر دوگی؟ بیوی نے کہا۔ ہاں!

حضور نے ثابت بن قیس سے فرمایا۔ باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔

(بخاری و مسلم)

مسئلہ طلاق! قرآن اور احادیث و آثار کی روشنی میں

جماعت اہلِ حدیث کے ترجمان دہلی نے اپنے شمارہ ۲۱ مئی ۱۹۹۳ء میں مراد آباد یوپی کے ایک مستفتی کے جواب میں یہ مسئلہ تین علماء اہلحدیث کی طرف سے شائع کیا کہ ایک مجلس یا ایک طہر کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ جماعت اہلحدیث کا یہ اختیار کردہ مسلک اصلاً شیخ ابن تیمیہ کی تائید و ترجمانی ہے۔

ناواقفیت یا سازش کے تحت ذرائع ابلاغ نے مذکورہ فتویٰ کو ایک تازہ ترین اجتہاد کی شکل میں پیش کیا، اور انگریزی و ہندی اخبارات و رسائل نے خصوصیت کے ساتھ اس وقت تین طلاق کے مسئلہ کو اسلام و مسلمین کے خلاف پروپیگنڈہ و زہرافشانی اور یونیفارم سول کوڈ کی تمہید کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے۔

ایسے حالات میں ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کے درمیان پیدا کی جانے والی بے چینی اور ذہنی انتشار کو دور کرنے اور مراسلہ نگاروں و کالم نویسوں کے مضر اثرات کے ازالہ کے لئے قرآن حکیم اور احادیث و آثار مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ طلاق کا منصفانہ جائزہ لیکر اختصار و اجمال کے ساتھ اسکی صحیح شرعی حیثیت واضح کر دی جائے، اور اخلاص و دیانت کے ساتھ ان شکوک و شبہات کو ختم کرنے کی طرف مناسب توجہ دی جائے جنہیں اخبارات و رسائل شاہ سرخیوں کے ساتھ روزانہ پیش کرتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے زوجین (شوہر و بیوی) کے درمیان حسن معاشرت کی تعلیم دی ہے اور دونوں کے حقوق و فرائض متعین کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے۔ پھر بھی خانگی زندگی میں اختلاف رائے کی وجہ سے کشیدگی کا پیدا ہونا اور مزاج و طبیعت و اخلاق و کردار میں دونوں کے معیار کے فرق کی وجہ علیحدگی کی نوبت آنا ایک فطری امر ہے اس لئے طلاق کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔

زوجین کے درمیان اختلاف کی ابتدائی شکل میں صلح و مصالحت کیلئے قرآن حکیم

نے یہ طریقہ بتایا کہ ایک ثالث شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کی طرف سے گفتگو کر کے معاملہ کا تصفیہ کریں۔ اور اگر زوجین کے درمیان نباہ کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکے تو مستقبل کے نتائج کو سامنے رکھ کر ایک طہر میں ایک طلاق شوہر اپنی بیوی کو دے۔ اور عدت کے اخراجات و رہائش کا معقول انتظام کرے۔ ممکن ہے اللہ تبارک تعالیٰ دونوں کے دلوں میں دوبارہ محبت پیدا کر دے تو رجوع کر کے حسب سابق دونوں کی خوشگوار زندگی گذرنے لگے۔ ورنہ عدت گذرنے کے بعد نکاح کا رشتہ خود بخود ٹوٹ جائے گا۔

قرآن کی رو سے انسانی و معاشرتی حکمت و مصلحت کے تحت طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے، قرآن فرماتا ہے۔ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ (پ۲ سورہ بقرہ) شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

شوہر اپنی جانب سے یا بیوی کی خواہش پر طلاق کا اختیار بیوی کو بھی سپرد کر سکتا ہے۔ اسلام کی فقہی کتب میں تفویض طلاق و تعلیق طلاق وغیرہ کے ابواب میں اس مسئلہ کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح کوئی عورت کسی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے شوہر سے طلاق حاصل کرنے کیلئے خلع بھی کرا سکتی ہے۔ اسکے تفصیلی مسائل بھی کتب فقہ اسلامی میں درج ہیں۔

طلاق دینا اور لینا جائز تو ہے مگر اس موقعہ پر یہ دو حدیثیں بھی یاد رکھنی چاہئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمام حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے ناپسندیدہ چیز ہے (ابوداؤد)

حضرت ثوبان سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق مانگے۔ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(احمد و ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

طلاق کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عورت اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ عدت گذرنے پر باہر ہو، اسے رجعی کہتے ہیں۔

اور طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ احسن، حسن، بدعی۔

طلاق احسن یہ ہے۔ جس طہر میں اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو اس میں اسے ایک طلاق رجعی دینا، یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔ (طہر! عورت کی پاکی کا زمانہ)

طلاق حسن یہ ہے۔ حالتِ طہر یا حالتِ حیض میں اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دینا یا اپنی مدخولہ بیوی کو تین طہر میں اس طرح تین طلاق دینا کہ نہ ان طہروں میں اس بیوی سے صحبت ہو نہ وہ حیض میں ہو۔ یا جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ (نو سال سے کم عمر) وحاملہ وسنِ ایاس والی کو صحبت یا بغیر صحبت کے تین طہر میں تین طلاق دینا۔

طلاق بدعی یہ ہے۔ اپنی بیوی کو ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں ایک یا دو یا تین دفعہ میں تین بار لفظ طلاق کہہ کر طلاق دینا۔ یا یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا جس طہر میں صحبت ہو اس میں ایک طلاق دینا۔ یا مدخولہ بیوی کو حیض یا اس طہر میں طلاق دینا جس سے پہلے والے حیض میں اس سے صحبت کی تھی یا طلاق دی تھی۔ یا حالتِ طہر میں طلاقِ بائن دینا۔

غصہ اور نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں! اگر ایسا غصہ ہو کہ عقل زائل ہو جائے یا کسی نے زبردستی نشہ کی چیز پلا دی ہو اور ایسی حالت میں شوہر نے طلاق دے دی تو اس کا الگ مسئلہ ہے۔

حالتِ حیض یا ایک مجلس میں تین طلاق دینا سخت گناہ و معصیت ہے۔ جس کا اندازہ آپ ان دو احادیثِ مبارکہ سے لگا سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں (ایک) طلاق دیدی۔ حضرت عمر فاروق نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ رجعت کر لے اور روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے اسکے بعد اگر طلاق دینا چاہے تو حالتِ طہارت میں صحبت سے پہلے طلاق دے۔ (بخاری ومسلم)۔ مسلم جلد اوّل باب تحریم الطلاق الحائض تطلیقۃ واحدۃ (ایک طلاق)

کی تصریح ہے۔

حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی ہیں۔ تو یہ سنکر غصہ میں آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کتاب اللہ سے کھیل کرتے ہو۔ حالانکہ میں تمہارے درمیان ابھی موجود ہوں۔ (نسائی)

لیکن غصہ کے باوجود یہ تینوں طلاقیں نافذ ہوئیں اور انھیں آپنے رد نہیں فرمایا۔ ایک بار ایک شخص نے حضور اکرم سے شکایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل جب نماز پڑھاتے ہیں تو کافی دیر تک لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ حضور اکرم یہ سنکر سخت غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا کہ امام کے پیچھے بوڑھے و کمزور اور ضرورت مند ہوتے ہیں اس لئے مختصر سورہ کے ساتھ نماز پڑھائی جائے (مفہوم حدیث)۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث پیش کرکے کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ طویل نماز باطل ہے کیونکہ حضور نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لئے واضح ہے کہ یہ غصہ محض تنبیہہ و ہدایت اور اصلاح کیلئے ہے۔

عہد رسالت میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ ایک طلاقِ رجعی دیا کرتے تھے اور پھر اپنے حالات کے مطابق رجوع کر لیا کرتے تھے۔ یا عدت ختم ہونے کے بعد بیوی بائنہ ہو جایا کرتی تھی۔

اسکے علاوہ تین طلاق دینے کی یہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

① ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دی جائے۔
② بیک وقت یہ کہا جائے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہا جائے کہ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے
③ بیک وقت کہا جائے۔ تجھے سنت کے مطابق تین طلاقیں (انت طالق ثلاثا للسنۃ)

مذکورہ تینوں صورتوں میں پہلی صورت کا حکم تو واضح ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی، دوسری صورت میں یہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جائینگی۔

تیسری صورت میں سنت کے مطابق کہنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں الگ الگ طہر میں واقع ہونگی۔

بعض صحابہ سے تین طلاق بیک وقت دینے کی جو روایتیں منقول ہیں۔ وہ تیسری صورت (مطابق سنت) پر محمول ہیں۔

ھدایہ و شرح وقایہ و دیگر کتب فقہ اسلامی میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں سنت کے مطابق۔ اور اسکی کوئی نیت متعین نہ تھی تو اسکی بیوی کو ہر طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی۔

وَمَنْ قال لامرأته وهي من ذوات الحيض وقد دخل بها انت طالق للسنة ولانية لهٗ۔ فهي طالق عند كل طهر تطليقة لان اللام فيه للوقت ووقت السنة طهر لاجماع فيه۔ (هدايه)

عہدِ رسالت میں بعض صحابہ نے تین طلاقیں جب بیک وقت دیں تو انکی یہی مراد تھی کہ سنت کے مطابق تینوں طلاقیں واقع ہوں اس لئے ایک طہر میں صرف ایک طلاق واقع ہوتی تھی اور اسی پہلی ہی طہر میں انھیں رجعت کا بھی اختیار رہتا تھا۔ مگر عہد صدیقی اور ابتدائی عہد فاروقی کے بعد لوگوں کی نیت اور طریقۂ طلاق میں فرق آگیا۔ تین طلاق کے ساتھ سنت کے مطابق کہنے کی قید باقی نہیں رہ گئی اور تین طلاق کہہ کر تین ہی کی نیت بھی کی جانے لگی۔ خود علماء جماعت اہلِ حدیث کی اس سلسلے میں یہ تحقیق ہے۔

"ہر زمانے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کا وجود تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ عہدِ نبوی، عہد صدیقی، اور ابتدائی دور خلافت فاروقی میں لوگ اگر تین طلاق مجموعی دیتے تھے تو طلاقِ سنی مراد لیتے تھے۔ اور اس زمانہ کے بعد تین طلاق دیتے تھے اور تین ہی مراد لیتے تھے یا مشتبہ رکھتے تھے۔" (ص ۱۴۲۔ الآثار المتبوعة)

بعض صحابہ نے عہدِ رسالت میں طلاق بتہ بھی دی ہے۔ بتہ ایک کو بھی اور

تین کو بھی کہتے ہیں۔ اسلئے لفظ بتہ سے کوئی شخص طلاق دے کہ میں نے تجھے طلاق بتہ دی۔ تو اگر بتہ سے اسکی مراد تین ہے تو تین طلاق اور اگر کچھ نیت نہ کرے یا ایک کی کرے تو ایک ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے۔ تجھے طلاق طلاق طلاق! اور دونوں اخیر کے الفاظ سے محض تاکید مراد لے جیسے کوئی شخص کہے پانی لاؤ پانی پانی تو ایسی شکل میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔

ان تمہیدی کلمات اور طلاق سے متعلق چند بنیادی معلومات کے بعد اب آیئے کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ سے ہدایت حاصل کرکے اپنے دل اور دماغ کو روشن و منوّر کیجئے۔

آج کل کے بعض دانشور حضرات صرف ترجمۂ قرآن پڑھ کر بڑی آسانی کے ساتھ تفسیر بالرائی اور استنباط مسائل کی سخت ناپسندیدہ کوشش کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ کسی ایسی جسارت سے پہلے علامہ جلال الدین سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی الفوز الکبیر فی اصول التفسیر پڑھ لیں تو انھیں معلوم ہو کہ معانی و مطالب قرآن تک پہنچنے کے لئے کن علوم و معارف اور کس نورِ بصیرت و توفیقِ خداوندی کی ضرورت ہے۔ اور قرآن حکیم جو تمام بنی نوع انسانی کے لئے کھلی ہوئی کتاب ہدایت ہے۔ اس سے بہت سے کم علم اور کج فہم انسان اپنی گمراہی کا سامان بھی کر لیتے ہیں۔ اس لئے اللہ سے دعا ہے کہ تو ہمیں ان لوگوں کے سیدھے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہے۔ جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہیں ان کے راستہ پر نہیں۔ (ترجمہ آیت)

اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ۔ (سورۂ طلاق پارہ ۲۸)

ترجمہ: اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر

انھیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ رجعت کریں پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر میں طلاق دیں۔ اسی واقعہ سے متعلق اوپر کی یہ قرآنی ہدایت نازل ہوئی اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے آپ کی امت کو یہ تعلیم دی گئی۔ اسی لئے حالتِ حیض میں طلاق دینا گناہ اور اس سے رجعت واجب ہے۔

طلاقِ رجعی دو بار سے زیادہ نہیں دی جاسکتی۔ چنانچہ قرآن کی ہدایت ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (سورہ بقرہ)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے۔ پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

ایک عورت حاضر بارگاہِ رسالت ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کے بارے میں شکایت کی کہ وہ کہتا ہے۔ میں تمہیں طلاق دیتا اور عدت کے اندر رجعت کرتا رہوں گا اس طرح زندگی بھر پریشان کروں گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ طلاق دینے اور رجعت کرنے کا صرف دو بار اختیار ہے اسکے بعد نہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ الطلاق مرتٰن میں الف لام عہدی ہے۔ تفسیر احمدی وصاوی وجلالین میں اس آیت کے بارے میں ہے۔ یعنی وہ طلاق جسکے بعد رجعت ہے وہ صرف دو ہیں۔

دو بار طلاقِ رجعی دینے کے بعد اگر کوئی شخص تیسری مرتبہ طلاق دیتا ہے تو اسکے بارے میں قرآن کا یہ حکم ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (سورہ بقرہ پارہ ۲)

ترجمہ! پھر اگر تیسری مرتبہ اسے طلاق دی تو وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی

جب تک نکاح کرکے دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ دوبارہ نکاح کرلیں۔ اگر دونوں سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حدیں نباہ سکیں گے۔

یعنی دو بار طلاق دینے کے بعد تیسری مرتبہ بھی شوہر نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد اگر کسی دوسرے شخص نے اس سے نکاح وصحبت کیا اور کسی وجہ سے طلاق دیدی (یا مرگیا) تو اسکی عدت گذرنے کے بعد اگر دونوں سابق شوہر و بیوی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حدود اللہ قائم رکھ سکیں گے تو نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔

پیش کردہ تینوں آیات میں پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ عدت شمار کرکے حالت طہر میں طلاق دی جائے۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ طلاقِ رجعی صرف دو بار دی جاسکتی ہے اسکے بعد نہیں۔ اور تیسری آیت میں اس مسئلہ کی وضاحت کردی گئی ہے کہ تیسری مرتبہ جب طلاق دی گئی تو وہ عورت اس پر اسی وقت حلال ہوگی جب دوسرے شخص سے اس کا نکاح وصحبت اور طلاق ہو جائے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام نے حلالہ کی نہ ترغیب دی ہے نہ حوصلہ افزائی کی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق مغلظ دیکر اس سے دوبارہ نکاح کے لئے حلالہ جیسے قبیح عمل کے ذریعہ اپنی اور سابقہ بیوی کی غیرت کو کچل ڈالے۔ فرمایا گیا ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلِيْنَ وَالْمُحَلَّلَاتِ (حدیث) حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کرانے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ یعنی جو مرد حلالہ کرتا ہو اور جو عورت حلالہ کراتی ہو وہ دونوں مردود و ملعون ہیں۔ وقتِ نکاح تحلیل کی شرط کرنا حرام اور محض حصول لذت کے لئے نکاح کرنا قابلِ مذمت وملامت ہے۔ البتہ خیر و اصلاح اور دو گھر آباد کرنے کی نیت سے بلا شرط و معاہدہ نکاح تحلیل جائز ہے۔

آیئے اب بارگاہِ رسالت میں حاضری دیں۔ جو قرآن حکیم کی علمی و عملی تفسیر ہے اور جہاں ہم اپنی ہر مشکل کا حل ڈھونڈھ کر سکونِ قلب محسوس کرتے ہیں۔

(۱) حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو زمانۂ رسالت میں ایک موقعہ پر تین طلاقیں دیدیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بیوی کو ان سے جدا کر دیا۔

چنانچہ عامر شعبی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا، آپ مجھے اپنے طلاق کا واقعہ بتائیں۔ انھوں نے بتلایا کہ میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاقیں دیدیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں جائز رکھا۔

(ابن ماجہ باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد)

جائز رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں۔ اس واقعہ کے بارے میں مسند امام احمد میں ہے طلّقها ثلاثا جميعا یعنی فاطمہ کے شوہر نے انھیں ایک ساتھ تینوں طلاقیں دیدی تھیں۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے۔

حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں۔ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے زمانۂ رسالت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو کلمۂ واحدہ کے ساتھ تین طلاقیں دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ان کے شوہر سے جدا کر دیا۔ (دار قطنی جلد ۴)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر نے ایک بار عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیے کہ اگر میں نے اسے (اپنی بیوی کو) تین طلاق دیدی ہوتیں تو میرے لئے رجعت کرنا حلال ہوتا یا نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ وہ تم سے بائنہ ہو جاتی اور ایسا کرنا گناہ ہوتا۔

(ابن ابی شیبہ، بیہقی، دار قطنی)

(۳) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ اس کے لڑکوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی۔ اور پوچھا کہ اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارا باپ اللہ سے ڈرتا ہوتا تو اللہ کوئی راستہ نکالتا

اسکی بیوی تو تین طلاقوں سے بائن ہو گئی اور نو سو ستانوے طلاقوں کا گناہ تمہارے باپ کی گردن پر ہے۔ (دار قطنی، مصنف عبد الرزاق)

(۴) حضرت عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ دیدی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے ان سے (نیت کے بارے میں) دریافت فرمایا۔ تو انھوں نے کہا میری نیت ایک ہی طلاق کی تھی۔ اسکے بعد آپنے ان کی بیوی انھیں لوٹا دی۔

(ابن ماجہ طلاق البتہ و ابوداؤد باب البتہ)

ترمذی، حاکم، دار قطنی وغیرہ میں بھی روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دی (بتہ عربی میں ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی) اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے پوچھا کہ اس لفظ سے تمہاری کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ایک طلاق۔ آپنے پھر پوچھا بخدا؟ انھوں نے کہا بخدا۔ آپنے ارشاد فرمایا تم نے جو مراد لیا وہی ہے۔

مسند امام احمد نے اس حدیث میں لفظ بتہ کی بجائے ثلاثہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن ابوداؤد، ابن حبان، دار قطنی نے ترمذی کی مذکورہ حدیث کو اصح اور حدیث مسند احمد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤد نے دونوں حدیثیں نقل کر کے بتہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ اسکے راوی حضرت رکانہ کی اولاد ہیں جو گھر کے حالات و معاملات کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس سلسلے میں ایک روایت تین طلاقوں کی ہے مگر آٹھ روایتیں اسکے خلاف ہیں۔ اسی طرح آپ کا فتویٰ بھی جو آگے ذکر کیا جائے گا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حدیثِ رکانہ میں تین طلاقوں کی سب روایتیں ضعیف ہیں صحیح یہ ہے کہ رکانہ نے طلاق بتہ ہی دی تھی۔

بتہ چونکہ ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم لی۔ اور ایک کے بارے میں حضرت رکانہ نے جب قسم کھائی تو اسے آپنے ایک ہی

قرار دیا۔ اور اگر وہ تین کہہ دیتے تو تین طلاق مان لی جاتی۔

⑤ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، تو اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ دوسرے شوہر نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دیدی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں پوچھا گیا کہ اب یہ عورت پہلے کے لئے حلال ہو گی یا نہیں؟ فرمایا نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح خلوت نہ کرے وہ عورت پہلے کیلئے جائز نہیں ہوگی۔

(بخاری جلد دوم باب من جوز الطلاق الثلاث۔ ومسلم جلد اول)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسکے اندر بیک وقت تین طلاقیں مراد ہیں جو پہلے شوہر نے دی ہیں۔ تین طہر میں تین طلاق مراد لینا خلاف ظاہر ہے

⑥ عویمر عجلانی سے متعلق حدیث لعان بہت مشہور ہے۔ عویمر عجلانی نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں جنہیں آپ نے رد نہیں فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم (سنن ابی داؤد جلد دوم)

⑦ حضرت عبادہ بن صامت کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ ہزار طلاقیں دیدیں انکی اولاد نے حاضر بارگاہِ رسالت ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ تو کیا اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ اپنے حکم سے اس کے لئے کوئی صورت پیدا کرے۔ اسکی بیوی تو تین طلاقوں سے ہی اس سے بائنہ ہو گئی خلافِ سنت طریقہ پر اور باقی نوسو ستانوے کا گناہ اسکی گردن پر ہے۔ (دار قطنی۔ در منثور)

کتاب وسنت سے فیضیاب ہونے کے بعد نجوم ہدایت حضرات صحابۂ کرام کی پُرنور زندگی سے روشنی حاصل کرنے کے لئے ان کے آثارِ مبارکہ اور تعامل کو بھی سامنے رکھئے

اور چشم بصیرت سے ان کے پیش کردہ حقائق ومسائل کا مطالعہ کیجئے۔

① ایک شخص حضرت علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کر دیا۔ باقی طلاق اپنی دوسری بیویوں پر بانٹ دو۔ (یعنی وہ لغو بیکار ہیں)

(سنن کبریٰ از بیہقی جلد ۷۔ دار قطنی)

② ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا۔ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدی ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا تیری تین طلاقیں تو واقع ہو گئیں اور ستانوے سے تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔ (موطا امام مالک، شرح معانی الآثار)

حضرت عبداللہ بن عباس سے ان تابعی حضرات نے بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے فتویٰ کی روایت کی ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد، مالک بن حارث، محمد بن ایاس بن بکیر، ابوسلمہ، عطاء، عمرو بن دینار، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

③ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ نے فرمایا، تجھ سے کیا کہا گیا؟ اس نے کہا مجھ سے کہا گیا کہ وہ (بیوی) بائنہ ہو گئی، تو آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے سچ کہا۔ جو شخص اس طرح طلاق دے گا جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا ہے تو اللہ نے اس کا حکم بیان فرما دیا ہے۔ اور جو آدمی اپنے اوپر کوئی اشتباہ پیدا کرے گا تو ہم اسکے اشتباہ کو اس کے سر ڈال دیں گے۔ ایسا نہیں کہ تم اپنے اوپر اشتباہ پیدا کرو اور ہم اس کا بوجھ اٹھائیں۔ وہ (مسئلہ) ایسا ہی ہے جیسا کہ لوگوں نے تمہیں بتایا۔ (موطا امام مالک)

④ شہزادۂ علی مرتضیٰ حضرت امام حسن مجتبیٰ نے اپنی ایک بیوی عائشہ خشعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی۔ اذهبي، فانت طالق ثلاثا۔ تو چلی جا تجھے تین طلاق ہے۔

ان (عائشہ خشعمیہ) کے جانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ (امام حسن) کی جدائی سے سخت غمزدہ ہیں، یہ سنکر حضرت امام حسن رو پڑے۔ اور فرمایا، اگر میں نے اپنے نانا حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا۔ یا یہ فرمایا کہ۔ میں نے اپنے والد (علی مرتضیٰ) سے اور انھوں نے میرے نانا حضور اکرم سے نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی بیوی کو مبہم طلاق دیدے، یا تین طہر میں تین طلاق دیدے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے کیلئے حلال نہیں ہوسکتی، تو میں عائشہ سے رجعت کرلیتا۔ (دار قطنی)

۵ حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک شخص نے حالتِ حیض میں طلاق دیکر مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجعت کر سکتے تھے اسلئے کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اسی کا حکم دیا تھا لیکن جب تم نے تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ (بیوی) تم پر حرام ہوگئی جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ تمہارے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ اور تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اس امر کی نافرمانی کی ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (بخاری ؤسلم)

۶ ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدی، پھر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا۔ فتویٰ پوچھنے حضرت عبداللہ بن عباس وحضرت ابوھریرہ کی خدمت میں پہنچا۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا اس سے تمہارا نکاح ہم جائز نہیں سمجھتے ہیں سوائے اسکے کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ اس شخص نے کہا میرا طلاق تو یکبارگی تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ تیرے پاس جو زائد اختیار تھا اسے تو نے پہلے ہی استعمال کرلیا۔ (ابوداؤد)

۷ حضرت مجاہد کہتے ہیں۔ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں۔ تو آپ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان گذرا کہ اسکی بیوی کو آپ اسکی طرف لوٹادیں گے۔ پھر آپنے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص حماقت پر سوار ہوکر ایسی حرکت کرکے آتا اور کہتا ہے۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس! جبکہ اللہ نے فرمایا ہے (جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے راستہ پیدا فرماتا ہے) اور تم تو اللہ سے نہیں ڈرے۔ اور میں تمہارے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اللہ کی

نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے بائنہ ہوگئی۔ حالانکہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے نبی! جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے وقت پر دو۔ (ابوداؤد)

۸ حضرت قیس بن حازم کہتے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے میری موجودگی میں پوچھا کہ کوئی شخص ایک ساتھ سو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا۔ تین طلاق سے بیوی حرام ہوگئی اور ستانوے طلاقیں بیکار ہیں۔ (بیہقی جلد۷)

۹ حضرت انس سے اگر کوئی شخص ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کا مسئلہ پوچھتا تو آپ فرماتے عورت حلال نہیں ہوگی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو اس طرح تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ اسکی پیٹھ کو درد پہنچاتے (یعنی دُرّے لگواتے)۔ (شرح معانی الآثار)

یعنی یک وقت تین طلاق دینے کے جرم میں کوڑے لگواتے مگر یہ طلاقیں نافذ کردیتے۔

۱۰ حضرت زید بن وھب کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔

حضرت عمر نے اس سے ملاقات کرکے پوچھا کیا تم نے ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ اس نے کہا میں نے تو مذاق میں ایسا کیا۔ حضرت عمر نے اس کو دُرّہ لگایا اور فرمایا ان میں سے تجھے تین ہی کافی ہیں۔ (کنز العمال جلد۵)

۱۱ حضرت عبداللہ بن عباس سے ابوصہبا نے پوچھا آپ کو خبر نہیں کہ زمانۂ رسالت اور زمانۂ صدیقی، و شروع عہدِ فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی مانی جاتی؟ آپنے فرمایا۔ ہاں! جو غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیتا اسکی ایک طلاق پڑتی (ابوداؤد) یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ اور دورِ حاضر میں بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق کا فیصلہ

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا۔ لوگوں نے ایک معاملہ جس میں ان کے لئے آسانی تھی۔

اس میں جلد بازی کی۔ اس لئے اب یہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ (کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی مانی جائینگی)۔ (صحیح مسلم)

حدیث ابن عباس کا ذکر کرتے ہوئے امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔

عہد نبوی عہد صدیقی، اور ابتدائی زمانۂ خلافت فاروقی میں جب کوئی شخص یہ کہتا کہ تجھے طلاق ہے، طلاق طلاق، اور ایک مجلس میں دی گئی اس طلاق سے تاکید و تجدید کی کوئی نیت نہ کرتا تھا تو ایک طلاق واقع ہوتی تھی اور اسی کا حکم دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس سے لوگوں کی نیت تجدید طلاق کی نہ ہوتی تھی۔ اسلئے عام حالت یعنی ارادۂ تاکید پر اسکی بات کو محمول کرکے ایک ہی طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروق کا زمانہ آیا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے اور عام طور پر تجدید طلاق کی نیت کی جانے لگی تو اس عہد کے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ (شرح مسلم)

یعنی زمانۂ رسالت و عہد صدیقی کے لوگوں کی غالب عادت یہ تھی کہ تجھے طلاق ہے طلاق طلاق کہہ کر ایک ہی طلاق کی نیت کرتے تھے۔ اور پہلا لفظ طلاق استعمال کرکے بعد کے دونوں الفاظِ طلاق سے اسکی تاکید کرتے تھے۔ جیسے کہا جائے وہ دریا ہے دریا دریا۔ اسی لئے لفظاً تین کہی گئی طلاق جو نیت میں ایک ہی ہوتی تھی اسے ایک ہی مانا جاتا تھا اور اگر تین طلاق کی نیت ہوتی تو تین طلاق مانی جاتی۔ لیکن اس وقت تین طلاق کہہ کر تین کی نیت کرنے کی غالب عادت نہ تھی۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی کی اس سلسلے میں تحقیق ہے۔

تابعین اور انکے بعد کے علماء مثلاً امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ مع تلامذہ، و امام شافعی مع تلامذہ، و امام احمد بن حنبل مع تلامذہ اور اسحق و ابو ثور و ابو عبید و دیگر کثیر علماء کا یہی مسلک ہے جس نے اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیا وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لیکن ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ اور علماء نے کہا کہ وقوع ثلث کے منکر چند مخالفین اہل سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۰)

عہد خلافتِ فاروقی میں لوگوں کی یہ عادت ہونے لگی کہ وہ تین ہی کی نیت کرکے طلاق دینے لگے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق نے تین ہی طلاق مان لینے کا فیصلہ کیا۔ اور وہ صحابۂ کرام جو عہد رسالت و عہد صدیقی کے فیضیاب و پروردہ تھے ان کا بلا چوں چرا اس پر اجماع بھی ہو گیا۔ اگر عہد فاروقی میں بھی پہلے کی طرح غالب عادت ایک طلاق کی نیت ہوتی تو وہی حکم باقی اور جاری رہتا۔ اور عہد عمر میں تبدیلی نیت سے تبدیلیٔ حکم کی کوئی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔

اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاروقِ اعظم نے صحابۂ کرام کے مجمع میں فرمایا۔

طلاق کے سلسلے میں لوگوں کے لئے بڑی گنجائش اور مہلت تھی کہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دیتے اور پھر ایسی صورت میں انھیں رجعت کا کافی موقعہ ملتا۔ لیکن لوگوں نے جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے لگے۔ انھیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہ ہوگی۔

اس فیصلہ کی سبھی صحابۂ کرام نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت نہ کی۔

(شرح معانی الآثار و فتح الباری وغیرہ)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ عہد نبوی و عہد صدیقی میں لوگ تین بار لفظ طلاق بول کر صرف پہلے لفظ سے ایک طلاق کی نیت اور دوسرے تیسرے سے اسکی تاکید مراد لیتے تھے۔ اس لئے ایک طلاق کا حکم تھا اور شروع دورِ خلافتِ فاروقی کے بعد لوگ تین بار لفظ طلاق کا استعمال کرکے تین ہی طلاق کی نیت کرنے لگے۔ اس لئے حضرت عمر نے اجماعِ صحابہ کے ساتھ تین کا فیصلہ فرما دیا جس سے دورِ رسالت کے کسی حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ بلکہ نیت کے بدلنے سے اس کا جو حکم بدلتا تھا اس کا اظہار و اعلان کر دیا گیا جسے دورِ حاضر جیسا کوئی سیاسی فیصلہ کہا جا سکتا ہے نہ ہی تعزیری حکم کیونکہ یہ خلافتِ راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوہ تھی اور اسی حکم و فیصلہ کو حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسن، حضرت امیر معاویہ اور

ان حضرات کے بعد دیگر خلفاء وائمہ نے بھی باقی رکھا۔ اور عرف حادث و دستور جدید کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کا تابع بنادیا جن میں تین کی نیت سے دی گئی تین طلاقوں کو آپ نے تین ہی قرار دیا۔

لوگوں نے جب طلاق دیتے وقت بمطابق سنت کی قید لگانا چھوڑ دیا۔ اور تین طلاقوں سے تین ہی مراد لینے لگے تو اسی کے مطابق شرعی فیصلہ بھی نافذ کر دیا گیا، اور سبھی مفسرین ومحدثین وفقہاء وعلماء کرام نے اس فیصلہ کی اپنے اپنے دور میں تائید وحمایت فرمائی۔

ائمہ مسالکِ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی اپنے اپنے عہد میں فیصلہ حضرت عمرؓ کی تائید وتوثیق کی۔ جمہور علماء امت مسلمہ کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے۔ اور آج بھی عالم اسلام کے اندر انکے متبعین کی تعداد نوے فیصد سے زیادہ ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں شیخ ابن تیمیہ نے دوسرے درجنوں مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اپنی ایک الگ رائے قائم کی۔ جن کے مسلک پر جماعتِ اہلِ حدیث آج عمل پیرا ہے۔

اسلام کے بتائے ہوئے صحیح طریقۂ طلاق کو نظر انداز کرکے ایک مجلس میں تین طلاق دے ڈالنا جہالت بھی ہے اور حماقت بھی۔ اپنے اوپر ظلم بھی ہے اور معصیت بھی۔ لیکن ان طلاقوں کا اثر یعنی شوہر وبیوی کے درمیان علیحدگی پیدا کرنا یہ اثر تو ہر حال میں ظاہر ہوگا۔ کوئی شخص چھری بازار سے خرید کر لائے یا کسی کے گھر سے چرا کر، اس چھری کا اثر یعنی بوقت استعمال کسی چیز کو کاٹنا یہ اثر تو ہر حال میں ظاہر ہوگا۔ دن کے وقت کسی روزہ دار کا کھانا پینا ایام رمضان میں حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کھالے تو اس کا اثر یعنی روزہ توڑنا۔ یہ اثر تو ہر حال میں ظاہر ہوگا۔

قرآن حکیم کے اوامر واحکام کے الگ الگ مسائل ہیں، انکی فرضیت و وجوب، ندب واستحباب، جواز واباحت کے مواقع کتابوں میں مذکور ہیں۔ قرآن کا ہر امر فرض

نہیں ہوتا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ قرآن کا حکم ہے کہ جب تم مدت مقررہ کیلئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (بقرہ) یہ حکم فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر لکھے ہوئے قرض کا لین دین کرے تو یہ کہہ کر کوئی شخص ادائیگی قرض سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ حکم قرآن کی خلاف ورزی ہے اس لئے یہ قرض ادا نہیں کروں گا۔ بلکہ اس کا قرض قرض ہے جسے متعلقہ فرد یا افراد کو جاننا اور دینا پڑے گا۔ اور اس سے انکار وفرار کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ قرآن کا یہ بھی حکم ہے کہ اس قرض کے لین دین کے وقت دو پسندیدہ آدمیوں کو گواہ بنالو۔

شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کا موقف :-

بعض وجوہ سے یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ابوالحسنات مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے مسلک کی وضاحت ضروری ہے۔

ایک ساتھ آٹھ طلاق دئے جانے سے متعلق اثر عبداللہ بن مسعود گذشتہ صفحات میں ہم نقل کرچکے ہیں کہ طلاق دینے والے نے اتنی طلاقیں ایک ساتھ دیکر خود اپنے اوپر اشتباہ پیدا کرلیا ہے۔ اس لئے اسکی بیوی بائنہ ہوجائیگی۔ اسکی تشریح کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

حاصل کلام آں است کہ درصورت اشتباہ حرمت غالب می آید۔ ومفتی را نمی رسد کہ باباحت فتویٰ دہد۔ (مسویٰ از شاہ ولی اللہ دہلوی)

حاصل کلام یہ ہے کہ اشتباہ کی صورت میں حرمت غالب آجائے گی اور مفتی اس کی اباحت کا فتویٰ نہیں دے گا۔

یعنی کسی مسئلہ میں جب اشتباہ پیدا ہوجائے تو فتویٰ دینے والے کا فرض ہے کہ وہ دوراز کار تاویلات چھوڑ کر اسکی حرمت کا فتویٰ دے گا۔

اسلئے تقاضائے احتیاط بھی یہی ہے کہ تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی سمجھا جائے۔ ورنہ تین کو ایک سمجھ کر اگر رجعت کا فتویٰ دیدیا گیا اور اس کا لحاظ نہ رکھا گیا

کہ اباحت وحرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔ تو پھر تین طلاق واقع ہوجانے کی شکل میں دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا زندگی بھر کی معصیت وحرام کاری کا موجب ہوگا۔ جس سے اللہ کی پناہ!

ابوالحسنات مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے ۱۳۰۱ھ میں تین طلاق سے متعلق ایک فتویٰ دیا تھا جو آپ کے مجموعۂ فتاویٰ جلد دوم ص ۲۹۸ میں درج ہے اسکی نقل یہ ہے۔

"جو شخص تین طلاق دیوے اور مقصود اس سے دونوں مرتبہ اخیر سے تاکید نہ ہو۔ پس اس صورت میں بمذہب جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ واکثر مجتہدین وبخاری وجمہور محدثین تین طلاق ہوگی البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقۂ شرعیہ کے گناہ لازم ہوگا"

چند احادیث پیش کرکے اس سوال پر کہ عہد نبوی وصدیقی اور خلافتِ فاروقی کی ابتداء میں تین طلاق ایک تھی، مولانا عبدالحیٔ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پس اس کی تاویل جمہور محدثین وفقہا کے نزدیک یہ ہے کہ اوائل میں تین مرتبہ طلاق کے لفظ اگر کہتے تھے تو اس سے تاکید منظور ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی، نہ یہ کہ تین لفظ سے تین طلاق مقصود ہوں اور پھر وہ ایک ہی ہوئے الخ

یعنی تین طلاق دیتے وقت آخر کی دو طلاقیں بطور تاکید نہ ہوں تو وہ طلاقیں صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ وغیرہم کے نزدیک تین ہی ہونگی۔ اگرچہ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور فیصلۂ عمر فاروق سے پہلے چونکہ تین طلاقیں کہہ کر آخر کی دو طلاقوں سے پہلے طلاق کی تاکید مقصود ہوتی تھی اس لئے ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی۔ عہد رسالت وعہد صدیقی میں بھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ بولیں اور نیت کریں تین طلاق کی اور انھیں ایک ہی سمجھا جائے۔

دو قابلِ توجہ حقائق

(۱) ایک حنفی شخص جس نے بحالت نشہ پانچ گواہوں کی موجودگی میں دو یا تین طلاقیں اپنی بیوی کو دیدیں۔ اسکے استفتاء کے جواب میں جماعت اہل حدیث کے دینی ادارہ جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس۔ یوپی کے مفتی مولانا نذیر احمد رحمانی نے یہ لکھا کہ حنفی مذہب

کی رو سے بیوی پر تین طلاقیں پڑگئیں۔ اب دوبارہ نکاح میں لانے کیلئے حلالہ کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ غالبًا اسی لئے استفتا کسی حنفی عالم کے پاس بھیجنے کی بجائے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ استفتاء کا مقصد اتباع شریعت نہیں بلکہ اپنی نامعقول حرکت کو جائز بنانے کے لئے اہلِ حدیث کے فتویٰ کو آڑ بنانا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو رجعت کا فتویٰ ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔ اس استفتاء اور فتویٰ کو ماہنامہ محدث بنارس ص ۴۷، ۴۸ شمارہ اپریل ۱۹۹۲ء میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

(۲) مجلہ البحوث الاسلامیۃ ریاض سعودی عرب کی ایک تحریری رپورٹ جلد ۱ شمارہ ۳ ۱۳۹۷ھ کے مطابق تین طلاقوں سے متعلق کافی غور وخوض، بحث ومباحثہ اور دلائل کی چھان بین کے بعد ھیئۃ کبار علماء المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۳۹۷ھ ہی میں یہ فیصلہ کیا گیا ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہونگی۔ واضح رہے کہ ھیئۃ کبار کے فیصلے سعودی عرب کی عدالتوں میں نافذ اور سعودی عوام کے ساتھ آلِ سعود کے حکمراں بھی اسکے پابند ہیں۔

حل یہ ہے

(۱) ذرائع ابلاغ کو اپنی مضحکہ خیز مذہبی دانشوری اور نام نہاد شرعی اصلاح کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(۲) مذہبی مسائل سے صحیح واقفیت کے لئے کتب دینیہ کا مسلسل مطالعہ جاری رکھا جائے۔

(۳) دینی علم اور فہم وبصیرت رکھنے والی قابلِ اعتماد شخصیتوں سے تبادلۂ خیال کرکے درپیش مسائل میں اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے۔

(۴) دینی بصیرت اور ایمانی فراست سے محروم افراد کی باتوں پر اعتماد نہ کیا جائے

(۵) کورٹ اور اسمبلی وپارلیمنٹ کو نہیں بلکہ کتاب وسنت کو اپنی پناہ گاہ سمجھا جائے اور مذہبی مشکلات کا حل کتاب وسنت کے دائرے میں رہ کر تلاش کیا جائے۔

(٦) ذہنی ورزش، تفریح طبع، اور سیاسی تشہیر کے لئے مذہبی موضوعات کا استعمال نہ کیا جائے۔

(٧) اخلاص و دردمندی کے ساتھ مسلم معاشرہ کے مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

(٨) زوجین اپنے حقوق وفرائض اور مسائل طلاق سے خصوصی طور پر واقفیت رکھیں اور اپنی عملی زندگی میں انکی پابندی کریں۔

(٩) شوہر سے نکاح کے وقت یہ عہد و پیمان لیا جا سکتا ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کے فلاں فلاں جائز حقوق وفرائض استطاعت کے باوجود نہ ادا کرے یا فلاں فلاں ظلم وزیادتی دانستہ طور پر روا رکھے۔ اور اہلِ خانہ کی تنبیہہ و ہدایت کے باوجود اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہو تو بیوی کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق خود اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔

(١٠) نکاح کے وقت ہی شوہر سے یہ عہد و پیمان بھی لیا جا سکتا ہے کہ بحالت مجبوری جب اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نوبت آئے تو وہ سنت کے مطابق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ایک طہر میں صرف ایک طلاق دے گا اور کسی بھی حال میں وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

(مطبوعہ سہ ماہی اسلام اور عصر جدید نئی دہلی ۲۵ - جلد ۲۵ - شمارہ ۳-۴ - جولائی - اکتوبر ۱۹۹۳ء)

تین طلاقوں پر بحث

انصاف و دیانت کے ساتھ

روزنامہ "قومی آواز" دہلی (۱۴ / ۱۵ / جولائی ۱۹۹۳ء) میں سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا ایک مضمون دو قسطوں میں بعنوان "تین طلاق ایک عامی کی نظر میں" شائع ہوا جسے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مذکورہ عنوان میں محض تواضع و انکساری نہیں بلکہ صداقت و واقعیت بھی ہے۔

اسلام کا دامن جس طرح ہر عربی و عجمی کے لئے پھیلا ہوا ہے اور ہر ایک کو اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹنے کی اس کے اندر صلاحیت موجود ہے اسی طرح کتاب و سنّت کے علم کا دروازہ بھی ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے اور اپنی اپنی محنت و استعداد کے مطابق ہر شخص اس سے سیراب اور مستفید ہو سکتا ہے۔

اس کے اندر کلیسا و ارباب کلیسا اور پنڈت و پروہت جیسا کوئی نظام نہیں۔ علم کتاب و سنت کو کچھ بلاد و امصار اور شعوب و قبائل کے ساتھ مختص نہیں کیا گیا ہے۔ مرد و زن کی بھی کوئی تخصیص نہیں، وہ تو ایک بارانِ کرم ہے جس سے بنی نوعِ انسان کا ہر فرد اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ آج علم کتاب و سنّت حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے عالی دماغ مفکرین و مدبرین، قائدین و زعماء اور ادباء و شعراء زندگی بھر کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کرتے لیکن علماءِ کتاب و سنت کو "شریعت کا ٹھیکیدار" کہنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ حالانکہ سید حامد جیسا دانشور ہو یا عارف محمد خاں جیسا سیاستداں یا دانیال لطیفی جیسا قانون داں ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ بقدر ظرف علم کتاب و سنت سے مستفید ہو سکتا ہے

اب یہ الگ بات ہے کہ وہ اس علم کی محنت و مشقت برداشت کرنے کی تو کوئی ضرورت نہ سمجھیں مگر مسائل شریعت میں اپنی رائے مسلط کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں ؎

خود گم است کرا رہبری کند

بعض حضرات کی جرأت وجسارت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ائمہ مذاہب اور مجتہدین کرام جنہوں نے علم کتاب و سنت کی تحصیل میں اپنی زندگیاں صرف کردیں۔ اور کتاب وسنّت کی روشنی میں فقہ اسلامی کے اصول وضوابط مرتب و مدون کیے۔ شب و روز کی محنت اور کدوکاوش سے ہزاروں احکام ومسائل کی شرعی حیثیت واضح کی۔ ان کی شخصیت وخدمات پر یہ حضرات اپنے علم وعمل کی تہی دامانی کے باوجود انگلیاں اٹھانے اور ان کی حیثیت واہمیت کم کرنے میں کوئی تکلف اور جھجک محسوس نہیں کرتے، اور جرم واحسان فراموشی کے مرتکب ہوکر دوسرے کم علم مسلمانوں کے ذہنی خلجان اور فکری اضطراب وانتشار کا باعث بھی بنتے ہیں۔

سیّد حامد صاحب ارشاد فرماتے ہیں :۔

"ائمہ مذاہب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مذاہب فقہ کی تشکیل کرتے وقت اپنے دور اور ادوار ماقبل کو پیشِ نظر رکھا۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ ان کی نظر اپنے بعد میں آنے والے ادوار اور ان ادوار میں تیزی سے بدلنے والے حالات پر بھی ہوگی۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عالِم الغیب نہیں"

یقیناً عالم الغیب والشہادۃ صرف وہ خدائے وحدہٗ لاشریک ہے جس نے اپنے سب سے برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ حکیم نازل فرمایا وہ قرآنِ حکیم جس میں ہر شئے کا بیان ہے اور جس کی عملی تفسیر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کی حدیث وسنت ہے۔ جس کی روشنی میں ائمہ مذاہب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فقہ اسلامی کے اصول وضوابط کی ترتیب و تدوین کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور نورِ کتاب وسنت نے انسانی زندگی کے ادوار

مابعد کے ہزاروں پیش آنے والے احکام ومسائل میں ان کی صحیح علمی وفکری رہنمائی کی، اس لیے ان کے بارے میں یہ اظہار خیال کرنا کہ بعد کے بدلتے حالات پر نظر رکھنے کی ان ائمہ مذاہب سے توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ ان کی دینی خدمات اور اصولِ فقہ اسلامی سے ناواقفیت کا اعلان ہی نہیں بلکہ بے توفیقی اور حرماں نصیبی کی بھی بات ہے۔

عصری ایجادات اور بعض جدید حالات ومعاملات کی صراحت اگر ان کے یہاں نہ ملے جب بھی وہ ایسے اصولِ فقہ اسلامی کی ترتیب دے چکے ہیں کہ ان کی روشنی میں آج کے علماء کرام بھی ہر نئے مسئلہ کا استنباط کرسکتے ہیں ضرورتِ شرعیہ کے مطابق وہ یہ خدمت انجام دیتے رہے ہیں جن میں حالاتِ زمانہ کی رعایت بھی ہوتی ہے۔

بلا وقفہ تین طلاق کے وقوع کے خلاف سیّد حامد صاحب عامیانہ نہیں بلکہ عالمانہ طمطراق کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"لاریب کہ قرآن وسنت کا یہ منشا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ اسلام سہولتیں فراہم کرتا ہے اور عقوبتوں سے جہاں تک ممکن ہو بچاتا ہے۔ وہ فقہاء جو اس کے برعکس رائے کا اظہار کرتے ہیں ان سے نادانستہ قرآن وسنت سے انحراف سرزد ہوتا ہے۔

نادانستہ قرآن وسنت سے انحراف سرزد ہونے کا فقہاء پر الزام لگانا کسی معمولی اور عام انسان کا کام نہیں ہوسکتا۔ اسکے لئے دورِ جدید کا مفکر اور روشن خیال دانشور ہونا ضروری ہے۔

غور کیجئے! یہ بھیانک الزام صرف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ان کے تلامذہ واربوں متبعین پر ہی نہیں بلکہ بے شمار تابعی وصحابی تک اس کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ الامان وَالحفیظ۔

سہولت وعقوبت کے فلسفہ کے ساتھ سید حامد صاحب کو یہ قاعدہ بھی معلوم ہوگا کہ جب علماء کے درمیان کسی مسئلہ کی حلت وحرمت کے بارے میں اختلاف ہو تو جانب

عزیمت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے یعنی جس چیز کے حلال و حرام ہونے میں علماء کا اختلاف ہو تو اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

سیّد حامد صاحب کی یہ تحقیق و تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ۔۔ " طلاق بدعت جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک ہنگامی فتنہ کو دبانے کے لیے شروع کی گئی تھی۔ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اپنی وجہ جواز کھو بیٹھی۔ روایت ہے کہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلہ سے رجوع کرلیا تھا کہ ایک نشست میں کہی گئی تین طلاقیں ایک کے بجائے تین طلاق کے بطور گنی جائیں گی۔"

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:۔

" انسانی فطرت کی کجی اور چور دروازے نکال لینے کی عادت کو کیا کہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ہنگامی فرمان کو رنگِ دوام دے دیا گیا اور اس کے تحت شوہروں نے بیویوں پر شرمناک مظالم توڑے۔"

راقم سطور کو اپنی کم علمی کا اعتراف ہے کہ اب تک کسی عالم کی زبان سے یہ سننے اور کسی کتاب میں یہ پڑھنے کی سعادت نہ مل سکی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تین طلاقوں سے متعلق اپنا فیصلہ واپس لے لیا تھا۔

کیا ائمہ مذاہب اربعہ اور ان سے پہلے اور بعد کی ہزاروں جلیل القدر اسلامی شخصیات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس رجوع سے ناواقف تھیں؟ اور بقول سیّد حامد صاحب بیویوں پر شوہروں کے شرمناک مظالم کے لیے معاذ اللہ۔ انھیں مذکورہ شخصیات کی انسانی فطرت کی کجی نے چور دروازے نکال لیے تھے؟ اور کیا تفہیم قرآن میں کسی کمی کے باعث ہی اس فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منشأ قرآن کے خلاف تین طلاقوں سے متعلق اپنا فیصلہ دیا تھا۔ جس کے بارے میں پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔ میرے بعد کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو وہ عمر ہوتے؟

سیّد حامد صاحب رقمطراز ہیں ۔۔ ہم میں سے کچھ عالم اور بہت سے عامی فرماتے ہیں کہ شوہر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اپنی بیوی کو جب چاہے تین بار طلاق کہہ کر

گھر سے نکال دے"۔ (عدت کے ایام کی تکمیل کے بعد)

علمائے کرام پر نہایت جسارت کے ساتھ یہ بہتان طرازی کی گئی ہے۔ کوئی عالم دین وہ نہیں کہتا ہے جس کا سیّد صاحب بہتان لگا رہے ہیں بلکہ ہر عالم یہ کہتا ہے کہ جب میاں بیوی میں نباہ کی کوئی شکل باقی نہ رہ جائے تو معقول اسباب کی بنیاد پر ہر شوہر کو یہ شرعی اختیار حاصل ہے کہ وہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دے سکتا ہے۔ نہ اسے تین طلاقیں ایک ساتھ دے نہ بلا وجہ معقول کے یہ آخری قدم اٹھائے۔

عالمی تناظر میں سیّد حامد صاحب یہ لکھتے ہیں۔

" کئی اسلامی ملکوں نے طلاق کی مسخ شدہ شکل کو درست کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری محدود اطلاع کے مطابق ان میں قابلِ ذکر مصر اور شام اور پاکستان اور بنگلہ دیش ہیں۔"

طلاق کے غلط طریقوں کی اصلاح اور مسخ شدہ شکل کو درست کرنے کی کوشش ایک مستحسن اقدام ہے۔ کن اسباب کی بنا پر بیوی کو طلاق دیا جاسکتا ہے اور طلاق دینے کا صحیح اسلامی طریقہ کیا ہے۔ اسے ہر خاص و عام پر واضح کیا جانا چاہیے۔ بلکہ ہر خاص و عام کو اسلامی کتب کا مطالعہ کرکے مسائلِ نکاح و طلاق سے واقف ہونے کی اپنی ذمہ داری محسوس کرلینی چاہیے تاکہ بے اعتدالیوں کا خود بخود سدّباب ہو جائے اور کوئی شوہر نہ اپنی بیوی پر ظلم کرے نہ بیوی شوہر کی نافرمانی کرے نہ اسے غلط طریقے سے طلاق دی جائے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ مذکورہ مسلم ممالک نے تنبیہ ہدایت کے طور پر طلاق کے صرف ضابطے اپنے ملک کے عوام کے سامنے پیش کیے ہیں۔ یا انھیں قانونی شکل بھی دی ہے کہ جو ان کی خلاف ورزی کرے اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں سمجھی جائے گی۔ یہ بات تحقیق طلب ہے اور ساتھ ہی اس کی بھی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ صرف حکمرانوں نے اپنے طور پر یہ قانون بنا دیا ہے یا ملک کے مسلم عوام اسے مانتے بھی ہیں؟ اور اس ملک کے مستند اور جمہور علماء شریعت کا اس قانون کے بارے میں کیا رویہ ہے؟

سید حامد صاحب بڑی وضاحت اور کشادہ دلی کے ساتھ یہ کلمات داد وتحسین ادا فرما رہے ہیں ــــ " اہلِ حدیث علماء نے بہت اچھا کیا کہ اپنے اس مسلک کو ایک بار پھر دہرا دیا جو ایک نشست میں دی ہوئی تین طلاقوں کو صرف ایک شمار کرتا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ انکی ہر طرف سے مخالفت شروع ہوگئی۔ قصور ان کا صرف یہ تھا کہ انہوں نے اپنا رشتہ براہ راست قرآن وحدیث سے استوار کیا۔"

یہ تحسین وآفرین ایک عالمانہ ودانشورانہ جست ہے جب کہ مضمون کی سُرخی عامی کی حیثیت سے شروع ہوتی ہے۔ بہرحال یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ البتہ اگر وہ خود قرآن وحدیث پیش کر کے اپنی رائے کا اظہار کرتے تو اس پر یہاں کچھ نہ کچھ ضرور اظہارِ خیال کیا جاتا۔

تبدیلیٔ حالات پر گفتگو کرتے ہوئے سید حامد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

" یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ بعض مرد اپنی منکوحہ کو صرف اس لیے طلاق دے دیتے ہیں کہ ان کا دل کسی دوسری عورت پر آگیا ہے۔ ان کی بساط نہیں کہ دو بیویاں رکھ سکیں یا دونوں کی پُر صدا رقابتوں کو برداشت کر سکیں لہذا عافیت وہ اسی میں سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کہہ کر اپنی اس بیوی سے قطع تعلق کر لیں جس سے دل بھر گیا ہے۔"

اگر صرف حالاتِ حاضرہ اور بعض مردوں کی بے راہ روی کی نشاندہی مقصود ہے تو یہ کرب واضطراب سید صاحب کے مصلحانہ جذبات کا غماز ہے اور اگر ایک نشست میں تین بار طلاق دیئے جانے کی قباحت وشناعت کا اظہار مقصود ہے تو پھر یہ خرابی تو بدستور اس وقت بھی پائی جا سکتی ہے جب ایسا بے راہ رو شوہر ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دے گا جس کا اصولی طور پر بحیثیت شوہر اسے اختیار ہے۔

نام نہاد اعلیٰ اور خوشحال تعلیم یافتہ مسلم طبقہ کی بعض آوارہ لڑکیوں کی غیر مسلموں کے ساتھ شادی کے حادثات کا ذکر کرتے ہوئے سید حامد صاحب لکھتے ہیں:

" کیا وہ (طرزِ فکر) ایک اڑان بھر کر انھیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے گی کہ وہ ایسے شخص سے شادی کریں گی ہی نہیں۔ جس کے ہاتھ میں ہر وقت تین طلاقوں کی دھار دار

تلوار ہو، اور جو بغیر کسی تامل یا توجیہہ یا معاشرے کو شریک کیے ہوئے اسے چشم زدن میں گھر سے نکال سکتا ہو۔"

بے شرمی اور بے غیرتی کے ساتھ اپنا ہاتھ کسی غیر مسلم کے ہاتھ میں دینے والی وہ مسلم لڑکی جسے اپنے اسلام وایمان کی بھی پروا نہیں وہ اگر ایسی اڑان بھرے اور ایسی الٹی پلٹی باتیں سوچے تو اسے بھلا کون روک سکتا ہے۔ ؟

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی پیمانے پر پھیلی ہوئی خرابیوں اور مسلم معاشرے کے سارے فساد کی جڑ گویا سید صاحب کی نظر میں یہی تین طلاقیں ہیں فرماتے ہیں ــــ " الزامات کی طویل زنجیر میں سرِ فہرست یہی تین طلاقیں ہیں جو ایک نشست میں دی جاتی ہیں "

شاید اسی اہمیت کے پیشِ نظر جناب دانیال لطیفی صاحب وبہار برقی صاحب کے صبر وضبط کا پیمانہ چھلک اٹھا اور وہ یہ مطالبہ کر بیٹھے۔

.... ہمارے علماء مل کر باتفاق رائے پارلیمنٹ سے درخواست کریں کہ پارلیمنٹ ایک چھوٹا ایکٹ پاس کرے جس کی رو سے تین طلاق کی میعاد تین طہر دی جائے اسکے بعد طلاق مانی جائے۔ (۷؍ جولائی ۱۹۹۳ء روزنامہ قومی آواز دہلی)

اس بحث ومباحثہ اور مطالبہ کی راہ ہموار کرنے میں کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے ؟ یہ انکشاف بھی چشم حیرت سے دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہے۔

بعض معتبر ذرائع سے راقم السطور کو معلوم ہوا کہ جماعت اہلِ حدیث کے ترجمان دہلی شمارہ ۲۱ مئی ۱۹۹۳ء میں جب تین طلاقوں سے متعلق استفتاء اور اس کا جواب شائع ہوا تو روزنامہ نوبھارت ٹائمز دہلی کے نامہ نگار جناب مہرالدین خاں نے اسے سب سے پہلے اپنے مذکورہ روزنامہ میں اس طور پر شائع کیا کہ جیسے علماء اہلِ حدیث نے کوئی زبردست اجتہاد کیا ہے اور نامہ نگار موصوف ہی نے دیگر خبر رساں ایجنسیوں کو بھی اس کی جانب متوجہ کیا۔ اس کے بعد نیشنل اخبارات اسے لے اڑے اور اب ہر روز ہندی، انگریزی پریس اس موضوع پر کچھ نہ کچھ خامہ فرسائی کرتا رہتا ہے۔

غیروں کا تو کوئی شکوہ نہیں۔ کیونکہ ان کا کام ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر یلا پروپیگنڈہ اور ریشہ دوانی ہے۔ مگر اپنے کہے جانے والے بھی اگر مخالف کیمپ ہی کی بولی بولنے لگیں تو یہ ایک افسوسناک معاملہ ہے۔

مقررہ اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر محض عورتوں کی حمایت اور انسانی ہمدردی کے نام پر واویلا مچانا نہ کوئی دانش مندی و دور اندیشی ہے نہ ہی عورتوں کی صحیح حمایت اور ہمدردی۔

دانشورانِ قوم کو جذبات کا سہارا لے کر ہیجان انگیزی کا وہ سلسلہ نہیں شروع کرنا چاہئے۔ جس کا مظاہرہ بعض قائدین ملت بابری مسجد کے سلسلے میں اسلامی غیرت وحمیت کے نام پر کر چکے ہیں۔ علماء کرام نے انھیں سڑکوں پر آکر احتجاج ومظاہرہ اور اشتعال انگیزی سے بار بار روکا مگر جذبۂ جہاد ان پر اتنا مسلط تھا کہ شاید وہ خود اپنے قابو میں نہیں تھے۔ اسی طرح کیا یہ دانشورانِ قوم بھی انسانی ہمدردی کے نام پر مسلم معاشرہ میں انتشار واشتعال پھیلانے پر آمادہ ہیں؟ انھیں اپنی اس روش پر جلد از جلد نظرِ ثانی کر لینی چاہئے۔

(مطبوعہ روزنامہ قومی آواز نئی دہلی شمارہ ۷ ار اگست ۱۹۹۳ء)

ایک مجلس میں تینُ طلاق تین ہی شمار کی جائیگی

علامہ ارشد القادری صدر مسلم پرسنل لا کانفرنس، مولانا لیٰس اختر مصباحی نائب صدر۔ مولانا عبید اللہ خاں اعظمی ایم پی سکریٹری جنرل۔ مولانا محمد ادریس بستوی جنرل سکریٹری، اور مولانا غلام یحییٰ انجم سکریٹری نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق اپنی تاثیر کے اعتبار سے تین ہی طلاق شمار کی جائے گی۔ کیونکہ قرآن وحدیث سے یہی مستفاد ہے اور یہی صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وجمہور علمائے امت کا مسلک بھی ہے۔ اور عالم اسلام کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔

ایسے واضح اور طے شدہ مسئلہ کو چھیڑ کر بلا وجہ عمومی بحث کا دروازہ کھولنا وقت ضائع کرنے اور شرعی مسائل کو نشانۂ طعن وتضحیک بنانے کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ ہر طے شدہ مسئلہ پر اسی طرح عوامی بحث کا دروازہ کھولا جاتا رہا تو طلاق کا مسئلہ تو الگ رہا، ہم چار رکعت نماز بھی اطمینان ویقین کے ساتھ نہیں پڑھ سکیں گے۔ کیونکہ تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام پھیرنے تک نماز کے کئی ایک مسائل میں اختلافات موجود ہیں۔

کتاب وسنت سے مستنبط شرعی احکام ومسائل میں کوئی بات کرنے سے پہلے یہ نکتہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ عہدِ حاضر کے بڑے سے بڑا عالم دین بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کسی شرعی مسئلہ میں اسکی تحقیق امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ مجتہدین کی تحقیقات کے مقابلے میں زیادہ قابلِ ترجیح ہے۔ اور وہ ان حضرات سے زیادہ علم کتاب وسنت کا حامل ہے۔

اسلئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ شرعی احکام وفقہی مسائل میں جس طرح پوری امتِ مسلمہ ائمہ مذاہب اربعہ پر متفق ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہم ان

کے ساتھ متفق ہیں۔

ہندوستان میں آج تک فقہ حنفی ہی کو مسلم پرسنل لا کی حیثیت سے سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی سمجھا رہا ہے۔ اگر کچھ مسلمانوں کی طرف سے اس میں کسی ترمیم کا مطالبہ کیا گیا تو ناعاقبت اندیشی کے ساتھ وہ یونیفارم رسول کوڈ کا راستہ ہموار کرینگے۔

ہمیں امید ہے کہ علمائے اہلِ حدیث بھی مسئلہ کی اس نزاکت کو محسوس کرینگے اور ان لوگوں کی ہرگز ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرینگے جو اس مسئلہ کو سپریم کورٹ کی طرف لیجاکر دوسرے شرعی مسائل میں بھی مداخلت کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔

اب رہ گئی یہ بات کہ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق کے مسئلہ میں انھیں کا موقف قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور ہمارے پاس دلائل نہیں بلکہ صرف ائمہ مجتہدین کی تقلید ہے تو اخبارات کو بے نتیجہ بحثوں کا میدانِ جنگ بنانے کے بجائے ہم انھیں مشورہ دیں گے کہ وہ کسی مناسب جگہ پر اس مسئلہ سے متعلق گفتگو و تبادلۂ خیالات کے لئے اصحاب علم وفضل کو جمع کریں۔ ہم صمیم قلب کے ساتھ ان کی دعوت کا خیر مقدم کریں گے۔

یا پھر اس تنازعہ کا ایک دوسرا حل یہ بھی ہے کہ پورے ملک میں ہم کتاب و سنت کے مطابق طلاق دینے کے صحیح طریقہ سے مسلمانوں کو باخبر کرنے کے لئے ایک تحریک چلائیں اور مسلمانوں کو یہ ترغیب دیں کہ وہ کتاب وسنّت کے مطابق ہی طلاق دیں۔ اور انھیں یہ بھی بتایا جائے کہ جب ایک اور دو طلاق سے بھی نکاح کا رشتہ ٹوٹ سکتا ہے تو تین طلاق دے کر عورتوں کو بھی اور خود اپنے آپ کو بھی اس طرح کی مصیبت میں کیوں ڈالیں کہ واپسی مشکل ہو جائے۔

اخیر میں ہم اخبارات سے درخواست کریں گے کہ ان کے صحافتی کاروبار کو فروغ دینے کیلئے ہندوستان میں چونکہ بیشمار مسائل ہیں اس لئے وہ ایک مذہبی مسئلہ کو ہرکس وناکس کی رائے کا تختۂ مشق نہ بنائیں۔ (مطبوعہ ص ۲ روزنامہ قومی آواز دہلی بتاریخ ۲۶ جولائی ۹۳ء بذریعہ یو این آئی ملخص) ۱۔ سہ روزہ جریدہ نئی دہلی ۱۱ تا ۱۰ اگست ۹۳ء مکمل

روض الریاحین

امام عبد اللہ بن اسعد یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

۶۷۸ھ / ۷۶۸ھ

بزم اولیاء

ترجمہ علامہ بدر القادری مدظلہ ہالینڈ

ناشر

رضا دار الاشاعت ۲۵۔ نشتر روڈ لاہور پاکستان فون ۷۰۵۰۴۴۰

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ (رجسٹرڈ) دربار مارکیٹ لاہور، پاکستان